تصدیق
جلد۱۰شمارہ۰۶،۲۰۲۴

Article

Urdu Memoir in Punjab

اردو تذکرہ نگاری اور پنجاب

[1]Dr Syed Zamir ul Hassan , [2*]Dr Ansar Abbas
1Assistant Professor, Department of Urdu, Government Graduate College, Mianwali
[2]Assistant Professor ,Department of Urdu, University of Mianwali
*Correspondence: ansarabbas@umw.edu.pk

[1]ڈاکٹر سید ضمیر الحسن، [2]ڈاکٹر انصر عباس

[1]اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ گریجویٹ کالج میانوالی، [2]اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف میانوالی

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
DOI:https://doi.org/10.56276/ce3rdv04
Received:07-03-2024
Accepted:08-07-2024
Online:10-07-2024

Copyright: © 2023 by the authors.

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: Memoir is the pith or core of history and criticism. In this research paper, the memoir in the first half of the twentieth century has been dealt with. The memoirs in Urdu, which provide the basis for Urdu history and criticism, took roots deeply and strongly in Punjab and other areas. Muhammad Hussain Azad,s Aab-i-Hayat is the glaring example of that pattern/genre. The flame of Urdu memoirs flickered in the twentieth century. Even in that age, Punjab showed great fertility in this genre. The history of Urdu literature, criticism, sketch writing, and other genres took their birth from the memoir and sprouted a lot. The memoirs written in Punjab have been encompassed in this research paper.

KEYWORDS: Urdu, Memoir, Punjab, History, Criticism, Aab-i-Hayat, Urdu Literature, Genre, Sketch Writing

تذکرہ نگاری تاریخ اور تنقید کا نقش اول ہے۔ تذکرہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ لغوی معنی ذکر یا یاداشت، بیان، یادگار، تاریخ واقعات سرگذشت اور سوانح عمری وغیرہ کے ہیں لیکن عربی، فارسی اور اردو زبان میں اصطلاحاً اس لفظ کا استعمال ایک ایسی کتاب کے لیے ہوتا ہے جس میں شعراء کے مختصر حالات اور ان کا کلام بطور نمونہ درج کیا گیا ہے۔ تذکروں میں حروف تہجی کی ترتیب بھی ملحوظ خاطر رکھی جاتی تھی مگر تاریخ زمانی تقدم کو اہمیت دیتی ہے۔ تذکروں نے تاریخ کے لیے قندیل راہ کا کام کیا۔ تذکراتی ادب ایک اعلیٰ ارفع فن ہے جو غیر افسانوی تخلیقی نثر میں ایک مقام رکھتا ہے۔ پروفیسر حنیف نقوی کے بقول: ”کوئی باشعور دیدہ ور مؤرخ یہ جرات نہیں کر سکتا کہ ماضی کے اس عظیم ورثے کو پائے حقارت سے ٹھکرا کر گزر جائے۔“(۱) جبکہ دیگر محققین اور ناقدین صنف تذکرہ نگاری کے حوالے سے اپنی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں اور اس صنف کے محاسن و معائب کا اظہار مختلف پیرائے میں کرتے ہیں۔ کلیم الدین احمد تذکرہ نگاری کے حوالے سے بھی غزل کی طرح اپنا نقطہ نظر رکھتے ہیں اور اس کی اہمیت پر سوال اٹھاتے ہیں:

> ”تذکرہ نویسوں میں قدرت نہیں کہ وہ واقعات کو اس طرح بیان کریں کہ شاعر کی تصویر میں جان آئے اور وہ بولنے لگے۔ ان کی اہمیت تاریخی ہے ادبی مطلق نہیں۔ شاعر کی ہستی گویا معلق فضا میں آویزاں نظر آتی ہے۔ یہ تنقید محض سطحی ہے۔ اس کا محقق زبان، محاورہ اور عروض سے ہے۔ جہاں تک تنقید کا واسطہ ہے ان تذکروں کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔“(۲)

دیگر محققین نے ان تذکروں کو اس عہد کے تناظر میں ان کی اہمیت جاننے کی وجہ سے ان تذکروں کو غنیمت کہا ہے۔ تذکروں میں ایسے مواد اور حوالے بھی مل جاتے ہیں جو زمانے کی دھول میں گم ہو چکے ہیں چوں کہ اس عہد میں تحقیق، تنقید، تاریخ کے تقاضے اسی صنف میں بروئے کار لائے جاتے تھے۔ پروفیسر نورالحسن نقوی کے بقول:

> ”کلیم الدین احمد تذکروں کو محض لفظی اور فضول عبارت آرائی کہتے ہیں۔ سید عابد علی عابد تذکروں کو ایسی اصطلاحات کہتے ہیں جن کے پیچھے ایک جہان معنی پوشیدہ ہے اور مختلف اصطلاحوں کو ایسے معنی پہنائے جو کبھی تذکرہ نگار کے ذہن میں بھی نہ آئے ہوں گے۔ گویا کلیم الدین احمد ایک انتہا پر ہیں تو یہ دوسری انتہا پر۔ وہ تذکروں کی خوبیوں سے چشم پوشی کرتے ہیں تو یہ خامیوں سے یکسر پاک ہیں نہ سراسر بے کار۔ نقائص کے باوجود ان کی ادبی، تاریخی اور تنقیدی اہمیت مسلم ہے۔“(۳)

تذکرہ نگاری کی اہمیت اس عہد کے تناظر میں دیکھتے ہوئے ڈاکٹر عبادت بریلوی نے بھی اعتراف کیا اور تذکروں کی اہمیت کو مسلّم گردانا ”تذکرہ نگار اس اعتبار سے کامیاب ہیں کہ انھوں نے باوجود محدود میدان کے شاعروں کے تھوڑے بہت حالات بھی بیان کیے ہیں۔ ان کی سیرت اور مزاج کی تصویریں بھی کھینچیں اور ساتھ ہی ان کے ادبی کارناموں پر تنقیدی اشارے کیے۔“(۴) تذکرہ نگاری درحقیقت فنون یا اصناف ادب کا آمیزہ ہونے کی بجائے خود ایک صنف ادب اور فن ہے۔ تذکرہ نگار شاعر کے مختصر سوانحی خاکہ کے

ساتھ اس کی شخصیت میں کار فرما عوامل کا ذکر بھی کرتا ہے۔ اس کی وضع قطع اور عادات و اخلاق کی کیفیت بیان کرتا ہے اور اس کے کلام کا تنقیدی جائزہ محاسن و محامد کا تذکرہ بھی کرتا ہے۔ آخر میں کلام بھی بطور نمونہ پیش کرتا ہے اور اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ اگر تحقیق و جستجو کے دوران کسی محقق کو تذکروں کی تشنگی اور تنگ دامانی کا احساس ہوتا ہے تو یہ نقص نہیں جس کی بناء پر پوری صنف دفتر بے معنی قرار دے دی جائے۔ اردو کی توسیع و ترقی کے لیے کی گئی کوششوں کی روداد جب بھی قلم بند کی جائے گی تذکروں سے دامن بچا کر گزر جانا ممکن نہ ہو گا۔ لہٰذا تذکرہ نگاری کو بے معنی قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ ان کی تاریخی، ادبی اور تحقیقی حیثیت کا اعتراف ناگزیر ہے۔ (۵) اردو میں تذکرہ نگاری کا ارتقائی جائزہ تذکرہ نگاری کی روایت کے تسلسل سے آگہی دیتا ہے۔ اردو میں تذکرہ نگاری کا آغاز ریختہ گویاں کے ان تذکروں سے ہوتا ہے جو فارسی زبان میں لکھے گئے۔ فارسی انیسویں صدی نصف اول تک ہندوستان کی اہم زبان تھی۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ نے تذکروں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کیا۔

اوّل: وہ تذکرے جن میں صرف اعلیٰ شاعروں کے مستند حالات جمع کیے گئے اور ضمناً کلام کا انتخاب بھی دیا گیا۔

دوّم: وہ تذکرے جن میں تمام قابل ذکر شعراء کو جگہ دی گئی۔ مصنف کا مقصد جامعیت اور وسعت ہے۔

سوّم: وہ تذکرے جن کا مقصد تمام شعراء کے کلام کا عمدہ اور مفصل ترین انتخاب پیش کرنا ہے اور حالات کے جمع کرنے کی طرف زیادہ اعتنا نہیں۔ بیاضیں اور مجموعے اسی صنف میں شامل ہیں۔

چہارم: وہ تذکرے جن میں اردو شاعری کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے اور تذکرے کا مقصد شاعری کا ارتقاد کھانا ہے۔

پنجم: وہ تذکرے جو شاعری کے ایک مخصوص دور سے بحث کرتے ہیں۔

ششم: وہ تذکرے جو کسی وطنی یا ادبی گروہ کے نمائندے ہیں۔

ہفتم: وہ تذکرے جن کا مقصد محض تنقید سخن اور اصلاح سخن ہے۔ (۶)

اردو میں تذکرہ نگاری کی روایت درج ذیل تذکروں سے مزین ہے۔ نکات الشعراء (میر تقی میر) ۱۷۵۱۔۵۲ء، گلشن گفتار (خواجہ حمید خان اورنگ آبادی) ۱۷۵۲ء، تحفتہ الشعراء (افضل بیگ قاقشال) ۱۷۵۲ء، ریختہ گویاں (فتح علی گردیزی) ۱۷۵۳ء، ریاض حسنی (عنایت اللہ فتوت) ۱۷۵۳ء، مخزن نکات (قیام الدین قائم) ۱۷۵۵ء، چمنستان الشعراء (لچھمی نرائن شفیق) ۱۷۶۲ء، طبقات الشعراء (قدرت اللہ شوق) ۱۷۷۴ء، تذکرہ شعرائے اردو (میر حسن دہلوی) ۱۷۷۴۔۸۰ء، گل عجائب (اسد علی خان تمنا) ۱۷۷۸ء، تذکرہ شورش (سید غلام حسین شورش) ۱۷۷۹ء، مسرت افزاء (ابوالحسن) ۱۷۸۰ء، گلشن سخن (مرزا کاظم مبتلا لکھنوی) ۱۷۸۰ء، گلزار ابراہیم (محمد ابراہیم خان خلیل) ۱۷۸۴ء، تذکرہ ہندی (غلام ہمدانی مصحفی) ۱۷۹۴ء، عیارالشعراء (خوب چند ذکاء) ۱۷۹۹ء، تذکرہ عشقی (وجیہ الدین عشقی)، گلشن ہند (مرزا علی لطف) ۱۸۰۱ء، عمدہ منتخبہ (اعظم الدولہ سرور) ۱۸۰۱۔۰۴ء، مجموعہ الانتخاب (شاہ کمال) ۱۸۰۴ء، ریاض الفصحاء (غلام ہمدانی مصحفی) ۱۸۰۶ء، مجموعہ نغز (قدرت اللہ قاسم) ۱۸۰۶ء، تذکرہ بے جگر (خیراتی

لعل جگر)۱۸۰۶ء، دیوان جہاں (بنی نرائن جہاں)۱۸۰۷ء، طبقات سخن (غلام محی الدین مبتلا)۱۸۰۷ء، تذکرۃ الشعراء (ابن امین طوفان)۳۶-۱۸۳۲ء، دستور الفصاحت (احمد علی خان یکتا)۱۸۳۴ء، گلش بے خار (مصطفی خان شیفتہ)۱۸۳۵ء، وغیرہ شامل ہیں۔

اس کے بعد تذکرہ نگاری میں سیاسی، سماجی تبدیلیوں کی وجہ سے تذکرہ نگاری بھی متاثر ہوتی ہے۔ اس عہد میں جو تذکرے منظر عام پر آتے ہیں ان میں درج ذیل تذکرے شامل ہیں۔ انتخاب دواوین (مولوی امام بخش صہبائی)۱۸۴۴ء، بہار بے خزاں ۱۸۴۵ء، گلدستہ ناز نیناں ۱۸۴۵ء، تذکرہ خوش معرکہ زیبا، طبقات شعرائے ہند ۱۸۴۸ء، گلستان بے خزاں، تذکرہ مخزن الشعراء، سراپا سخن، یادگار شعرا، نسخہ دلکشا، گلستان سخن، اسپرنگر، گلشن ہمیشہ بہار، نسخہ دلکشا، سخن شعراء، بہارستان ناز، تذکرہ نادر، قطعہ منتخب، بہارستان اشعار، تذکرہ شمع انجمن، نگارستان سخن، گلشن ناز، بزم سخن، آب حیات، تذکرہ طور کلیم، جلوہ خضر، تذکرہ آثار الشعراء ہنود، وغیرہ شامل ہیں۔

۱۹۰۰ء سے ۱۹۵۰ء تک لکھے جانے والے تذکروں میں درج ذیل تذکرے شامل ہیں جو اردو زبان میں اس صنف ادب کی آبیاری کا ایک اہم دور ہے۔ ضمیمہ حدیقہ راجستھان یعنی تذکرہ بزم خلیل حکیم سید محمد علی آبرو، تذکرہ شعراء، حسرت موہانی (مرتبہ ڈاکٹر احمر لاری)، محبوب الزمن، عبدالجبار ملکا پوری، فکر بلیغ شاد عظیم آبادی مرتبہ نقی احمد ارشاد، بہار سخن، برق سیتا پوری، تذکرہ وکاملاں رامپور (حافظ احمد علی شوق)، ارباب سخن (حسرت موہانی)، تذکرہ خندہ گل (مولوی عبد الباری آسی)، بہترین تذکرہ (مرتبہ کارکنان بزم ادب جے پور، یوروپین پوئٹس آف اردو اینڈ پرسین (رام بابو سکسینہ) شامل ہیں۔ دبستان پنجاب میں بھی اس صنف ادب میں قلم کشائی ہوتی رہی۔ نمایاں تذکروں میں اس عہد میں، خم خانہ جاوید (لالہ سری رام)، شعرائے پنجاب (نسیم رضوانی) اہم ترین تذکرے ہیں۔ تذکرہ ہزار داستاں (خمخانہ جاوید)(۱۹۰۸ء)][لالہ سری رام)(۱۹۱۳ء-۱۹۵۷ء)(دہلی، لاہور)[تذکرہ ہزار داستاں معروف بہ "خمخانہ جاوید" بیسویں صدی کے تذکروں میں نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔ اس تذکرہ کی ابتدائی چار جلدیں مولف تذکرہ لالہ سری رام کی حیات میں اور آخری جلد ان کے انتقال کے تقریباً دس برس بعد پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ خمخانہ جاوید کی تمام جلدیں ۳۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہیں۔ اکبر حیدری کاشمیری اس تذکرے کو اردو ادب میں انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت دیتے ہیں جب کہ پروفیسر گیان چند جین کے بقول قدیم تذکروں میں سب سے ضخیم خوب چند ذکاء کا عیار الشعراء ہے۔ اس کے عمدہ منتخبہ تیسرا ضخیم تذکرہ قاسم کا مجموعہ نغز، ہمارا جدید تذکرہ خم خانہ جاوید ان ہی تذکروں کا عطر مجموعہ ہے۔

تذکرہ ہزار داستاں یعنی خمخانہ جاوید اصلاً تاریخی نام ہے۔ جس سے ۱۳۲۵ ہجری مطابق ۱۹۰۸ء برآمد ہوتا ہے۔ مؤلف نے اس کی ترتیب و تصنیف کا آغاز ۱۸۹۱ء میں کیا تھا۔ سترہ سال بعد یعنی ۱۹۰۸ء میں اس کی پہلی جلد زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔(۷) تذکرہ ہزار داستاں کے دیباچہ میں لالہ سری رام کے حوالے سے پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی لکھتے ہیں کہ لالہ سری رام مولف خمخانہ جاوید کی وہ شخصیت تھی کہ ان کو بہت سے یاد کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ غیر معمولی اوصاف کے مالک تھے۔ خاندان کو دیکھیے تو ان کا سلسلہ اکبر اعظم کے

https://tasdeeq.riphahfsd.edu.pk

نورتن کے ممتاز فردراجہ ٹوڈر مل تک جا پہنچتا ہے۔(۸)تذکرہ ہزارداستاں (خمخانہ جاوید)(۱۹۰۸ء)جلد اوّل (۱۹۱۳ء۔۱۹۵۷ء)(دہلی،لاہور)[لالہ سری رام صاحب کی تذکرہ ہزار داستاں(خمخانہ جاوید) جلد اول ۸۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ سرورق پر رقم ہے "تذکرہ موسوم بتذکرہ ہزار داستاں جس کا تاریخی نام خمخانہ جاوید قرار پایا ہے اور جو لالہ سری رام خلف الصدق عالی جناب آنریبل رائے بہادر مدن گوپال صاحب بیرسٹر سر گباشی رئیس دہلی ولاہور کی لگاتار محنت تلاش اور کوشش کا نتیجہ ہے۔ مطبع نول کشور واقع لاہور میں چھپ کر شائع ہوا۔ سرورق باہتمام شیخ محمد اکرام مخزن پریس سے چھپ کر شائع ہوا۔ اس تذکرے کا انتساب نواب میر محبوب علی والی دکن کے نام کیا گیا ہے۔ بعد ازاں فاضل تذکرہ نگار کی دو تصویریں ہیں۔ صفحہ ایک سے بارہ تک مولف کا دیباچہ ہے۔ اس پر پندرہ مارچ ۱۹۰۸ء کی تحریر درج ہے۔ اس جلد میں شعراء کی ابتدا مرزا مہدی حسن خان آباد سے اور اختتام لالہ گوردیال بیہوش پر ہوتا ہے۔ بعد ازاں چھ صفحات پر صحت نامہ اور ۱۷ صفحات فہرست شعراء کے لیے وقف کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد ۸۷ صفحہ تک تقریظات ہیں۔ مولانا سید ظہیر حسین ظہیر دہلوی شاگرد ذوق کی ہے اور آخری تقریظ رضی الدین احمد خان کی ہے۔(۹)

تذکرہ ہزارداستاں (خمخانہ جاوید)(۱۹۱۱ء) جلد دوّم (۱۹۱۳ء۔۱۹۵۷ء)(دہلی،لاہور)[لالہ سری رام صاحب کی تذکرہ ہزار داستاں (خمخانہ جاوید) جلد دوم ۷۵۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں شعراء کی ابتدا طالب علی پابند (صفحہ نمبر ۱) سے اور اختتام منشی عبدالغفور (صفحہ نمبر ۵۶۵) پر ہوتا ہے۔ بعد ازاں جلد اوّل کی طرح صفحات کے نمبر از سر نو دیے گئے ہیں۔ اسے ۴۷ تک تقاریظ بعد میں شعراء کی فہرست دی گئی ہے۔(۱۰)

تذکرہ ہزارداستاں (خمخانہ جاوید)(۱۹۱۳ء) جلد سوّم (۱۹۱۳ء۔۱۹۵۷ء)(دہلی،لاہور)[لالہ سری رام صاحب کی تذکرہ ہزار داستاں (خمخانہ جاوید) جلد دوم ۷۵۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں شعراء کی ابتدا شیخ خادم علی خاں سے اور اختتام مولانا قلندر علی بخش زیرک پر ہوتا ہے۔ اس جلد میں ایک ضمیمہ بھی ہے۔ اس ضمیمہ میں خاطر، خرد، خلش، خلیل، خورشید اور مولانا فیض الحسن خیال، کے احوال درج ہیں۔(۱۱)

تذکرہ ہزارداستاں (خمخانہ جاوید)(۱۹۲۶ء) جلد چہارم (۱۹۱۳ء۔۱۹۵۷ء)(دہلی،لاہور)[لالہ سری رام صاحب کی تذکرہ ہزار داستاں (خمخانہ جاوید) جلد چہارم ۶۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں شعرا کی ابتدا قاضی غلام احمد عرف امداد میاں سے ہوتی ہے اور اختتام مولوی محمد امین شعلہ پر ہوتا ہے۔(۱۲)

تذکرہ ہزارداستاں (خمخانہ جاوید)(۱۹۴۰ء) جلد پنجم (۱۹۱۳ء۔۱۹۵۷ء)(دہلی،لاہور)[لالہ سری رام صاحب کی تذکرہ ہزار داستاں (خمخانہ جاوید) جلد پنجم ۶۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ تذکرے کی یہ جلد لالہ سری رام کی وفات کے دس سال بعد پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی نے علی پور روڈ دہلی سے شائع کی۔ فاضل مرتب کا دیباچہ ہے۔ اس میں تذکرہ نگار کے حالات زندگی اجمالاً درج ہیں۔(۱۳)

شعرائے پنجاب (عصر حاضر) (تذکرہ) (۱۹۳۷ء)] (ملک محمد باقر، نسیم رضوانی، سابق ریسرچ اسسٹنٹ، شعبہ تاریخ، پنجاب یونی ورسٹی لاہور) (نت کلاں، نزد گکھڑ، ضلع گوجرانوالہ) (۴ اپریل ۱۹۱۰ء لاہور بنگلہ لائل پور۔ ۲۵ اپریل ۱۹۹۳ء لاہور) شعرائے پنجاب (۱۹۳۷ء) نسیم رضوانی کا تذکرہ ۳۰۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ گجرات پرنٹنگ پریس گجرات سے شائع ہوا۔ اس تذکرہ کا انتساب یوں لکھا: "والد محترم ملک حاکم دین صاحب سول انجینئر کے نام سے یہ اوراق منتسب کرتا ہوں۔" (۱۴) اس تذکرہ میں ۲۹ شعراء کا ذکر ہے۔ ملک الشعراء غلام قادر گرامی، میاں محمد شاہدین ہمایوں، خان احمد حسین خان، مولانا ظفر علی خان، ڈاکٹر شیخ سر محمد اقبال، تلوک چند محروم، میاں بشیر احمد زار، مولانا عبدالمجید سالک، منشی محمد ظہور ناصر، مولانا غلام رسول مہر، شیخ عبداللطیف، میاں محمد یوسف، ابوالاثر حفیظ جالندھری، صوفی غلام مصطفی تبسم، منصور احمد ندیم، حامد علی خان، خواجہ عبدالسمیع اثر صہبائی، ڈاکٹر محمد دین تاثیر، چراغ حسن حسرت، کاظم علی وقار انبالوی، جلال الدین اکبر، سید عابد علی عابد، میاں مولا بخش خضر، خواجہ عبدالحمید سید عرفانی، سید عبدالحمید عدم، نذر محمد راشد، عبدالحفیظ، سلیم حفیظ ہوشیار پوری، ملک عطاء اللہ، مہر لال ضیاء کے نام شامل ہیں۔ نسیم رضوانی اس تذکرہ کے حوالے سے کچھ یوں رقم طراز ہوتے ہیں:

> "شخصیت نگاری میں اس تذکرہ کا طرہ امتیاز ہے راقم نے صرف ذاتی مشاہدات کو قلم بند کیا ہے۔ لیکن اس غرض سے نہیں کہ کسی شاعر کے ادبی ذوق کی توقیر میں کمی ہو بلکہ اس خیال سے کہ قارئین جہاں کسی شاعر کے کلام سے محظوظ ہوں وہاں اس کی شخصیت سے بھی مانوس ہو سکیں۔ اس تذکرہ کی ترتیب میں محبی منصور احمد صاحب مدیر "ادبی دنیا" نے مجھے امکانی مدد دی ہے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہو گا۔ کہ ان کی اعانت کے بغیر یہ تذکرہ مکمل ہی نہیں ہو سکتا تھا۔" (۱۵)

نسیم رضوانی جدید اردو شاعری کے رجحانات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "جدید اردو شعراء سے میری مراد معین طور پر صرف ان شعراء سے ہے جو عہد حاضر یعنی بیسویں صدی کے آغاز یا انیسویں صدی کے اواخر سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیونکہ اردو شاعری کے جن رجحانات کا میں ذکر کرنے والا ہوں یہ صرف گذشتہ صدی کے قرن آخر کے یا عصر حاضر کے قرن اوّل ہی کی پیداوار ہیں۔ منظریہ شاعری کا جو بیج نظیر نے بویا تھا اس کی آبیاری آزاد اور حالی نے کی اور اس صدی میں افسر اور جوش کی مساعی اس نخل کو بارور کرنے میں کامیابی سے ہم کنار ہوئی۔ امیر داغ اور مومن کے رنگ تغزل میں عابد، اختر شیرانی، اکبر جلال الدین، اور حامد علی خان نے ہر وہ کمی پوری کی جو جذبات کے باطل عکس اور خیالات کے فرضی افسانوں کے بیان کی وجہ سے پیدا ہوں گی۔" (۱۶)

نسیم رضوانی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ انگریزی علم وادب کے مطالعہ کا اثر ہمارے نوجوان شعراء پر پڑا۔ تو انھوں نے انگریزی وضع کی نظمیں اردو میں لکھیں۔ سانیٹ کو اس دور سے پہلے کبھی کوئی نہیں جانتا تھا۔ سب سے پہلے سانیٹ کے طرز میں قاضی احمد میاں جونا گڑھی نے ایک نظم لکھی۔ پنجاب میں اختر شیرانی اور راشد وحیدی نے بہت سے سانیٹ لکھے۔ ممکن ہے یہ رجحان کسی دن انگریزی وضع کی دوسری نظموں کو بھی اردو میں لے آئے۔(۱۷) شعراء کے بارے لکھتے ہوئے گرامی صاحب کے حوالے سے کہتے ہیں کہ گرامی صاحب نے زیادہ کلام فارسی میں کہا ہے۔ اردو میں گاہے گاہے شاگردوں کے اصرار پر لکھا ہے۔ کیوں کہ کہا کرتے تھے۔ کہ "غالب، میر انیس، آتش اور مومن کے ہوتے ہوئے اردو میں لکھنا جھک مارنا ہے۔ آپ نے فارسی میں دو مثنویاں شروع کی تھیں۔ جو غالباً پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکیں آپ کے تلامذہ میں سے مشہور عصر شعراء علامہ اقبال، مولانا حفیظ جالندھری اور حضرت عطامی ہیں۔(۱۸) خان احمد حسین خان کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ خان صاحب موصوف نہایت ہی ملنسار اور مخلص بزرگ ہیں۔ افسانہ نویسی میں آپ کو کمال حاصل ہے۔ بے تکان لکھتے چلے جاتے ہیں۔ اس وقت تک ہزار ہا افسانے لکھ چکے ہوں گے۔ کئی ایک تصانیف پر حکومت کی طرف سے انعام بھی مل چکا ہے۔ شکسپیئر کے کئی ایک ڈراموں کا کامیاب ترجمہ بھی کیا ہے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب ہے۔"(۱۹)

پنجاب میں تذکرہ نگاری کے حوالے سے مزید جو نام سامنے آتے ہیں ان میں پیر غلام دستگیر نامی (موضع رتہ پیراں، ضلع شیخوپورہ) یکم مئی ۱۸۸۳ء میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے تذکرہ نگاری کی روایت میں "تذکرہ قطبیہ"، تذکرہ حمیدیہ" جیسی قابل ذکر تصانیف شامل کیں۔ اخلاق احمد میاں (لاہور) ۱۰ جون ۱۹۱۴ء کو پیدا ہوئے اور ۹ نومبر ۱۹۸۷ء لاہور میں وفات پائی۔ تذکرہ نگاری کے حوالے سے ان کی تصانیف "تذکرہ حضرت ایشاں نقشبندی"، "تذکرہ حضرت شاہ بلاول قادری" "تذکرہ حضرت شاہ عنایت"، "میر کارواں (تذکرہ حضرت خواجہ سید محمود بخاری)، تذکرہ فرید العصر (حضرت میاں علی محمد خان چشتی نظامی)، تذکرہ حضرت سید میر جان کابلی نقش بندی، اہم تصانیف تذکرہ ہیں۔ شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد (دہلی) ۱۸۶۴ء میں پنجاب میں وارد ہوئے اور ۱۹۱۰ء میں لاہور میں وفات پائی۔ اور اسی خطہ میں پیوند خاک ہوئے۔ "آب حیات" ان کا تذکرہ نگاری کا آخری پڑاؤ تھا۔ مولانا محمد حیات نوشاہی (سجادہ نشین دربار حجرے والا شرق پور) ۱۹۰۰ء کو شرق پور میں پیدا ہوئے۔ ۱۳ جولائی ۱۹۸۳ء کو وفات پائی۔ ان کا تذکرہ "گلزار نوشاہی" (تذکرہ نوشاہی بزرگان) ایک اہم تذکرہ ہے۔ حکیم شفاء الملک محمد حسن قرشی (گجرات) ۱۸۹۶ء میں پیدائش اور ۶ دسمبر ۱۸۷۴ء لاہور میں وفات پائی۔ ان کا تذکرہ "تذکرہ مسیح الملک" ایک اہم کاش ہے۔ شیخ محمد الدین کھڈوی (کھڈ شریف، تحصیل جنڈ ضلع اٹک) ۱۹۰۱ء کو پیدا ہوئے اور ۲۰ نومبر ۱۹۷۵ء میں وفات پائی۔ عالم دین پیر طریقت، تذکرہ نویس تھے۔ ان کی تذکرہ نگاری ان کی تصانیف "تذکرۃ الولی" اور "تذکرۃ الصدیقین" قابل ذکر ہیں۔

حوالہ جات

(۱)پروفیسر حنیف نقوی۔ جدید اردو کے تذکرے نکات الشعراء سے گلشن بے خار تک۔ وکرم یونیورسٹی اجین، ہندویونیورسٹی بنارس، ۱۹۷۲ء؛ص ۱۵۲۔

(۲) کلیم الدین احمد۔ اردو تنقید پر ایک نظر۔ ادارہ فروغ اردو، لکھنو، ۱۹۵۷ء؛ص ۲۱۔

(۳) پروفیسر نورالحسن۔ فن تنقید اور اردو تنقید نگاری۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۰ء؛ص ۱۰۔

(۴) عبادت بریلوی۔ اردو تنقید کا ارتقا۔ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۱۹۶۱ء؛ص ۹۵۔

(۵) پروفیسر حنیف نقوی۔ جدید اردو کے تذکرے نکات الشعراء سے گلشن بے خار تک۔ ص ۸۵۹۔۸۷۹۔

(۶) ڈاکٹر سید عبداللہ۔ شعرائے اردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری کا فن مکتبہ خیابان ادب، ۹۳۔ چیمبر لین روڈ، لاہور؛ ۱۹۶۸ء؛ص ۲۱۔۲۲

(۷) رئیس احمد، ڈاکٹر۔ ۱۸۳۵ء کے بعد اردو تذکرہ نگاری۔ ایچ ایس آفسیٹ دہلی، عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی ۹۵، س۔ن؛ص ۲۴۲

(۸) پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی رائے مشمولہ مولفہ جناب لالہ سری رام صاحب۔ تذکرہ ہزار داستاں (خمخانہ جاوید)، دیباچہ ۱۳۲۵ھ؛۱۹۰۸ء: ص ۲۲

(۹) رئیس احمد، ڈاکٹر۔ ۱۸۳۵ء کے بعد اردو تذکرہ نگاری۔ ص ۲۴۲۔

(۱۰) ایضاً: ص ۲۴۲۔

(۱۱) ایضاً: ص ۲۴۲۔

(۱۲) ایضاً: ص ۲۴۲۔

(۱۳) ایضاً: ص ۲۴۲۔

(۱۴) نسیم رضوانی۔ شعرائے پنجاب۔ گجرات پرنٹنگ پریس گجرات (پنجاب)، اشاعت اوّل، ۱۹۳۷ء: ص ۱۲۔

(۱۵) ایضاً: ص ۷۔

(۱۶) ایضاً: ص ۱۔

(۱۷) ایضاً: ص ۲۳۔

(۱۸) ایضاً: ص ۳۱۔

(۱۹) ایضاً: ص ۴۰۔